التقریظ والانتقاد

زبان اور قواعد

ایک تنقیدی جائزہ

از جناب مولوی حفیظ الرحمان صاحب واصف

پانچ چھ برس قبل راقم الحروف نے ایک کتاب "اردو مصدرنامہ" کے نام سے مرتب کرکے شائع کی تھی۔ اس کے مقدمہ میں میں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اردو ایک زندہ اور توانا زبان ہے دوسری زبانوں کے جو الفاظ اردو نے اپنا لیے ہیں اور ان میں تصرف کرلیا ہے خواہ وہ لغت کے لحاظ سے غلط ہوں اگر فصحا و ادبا سے سند فصاحت حاصل کرچکے ہیں تو ان کو اصل کی طرف واپس لے جانا ممکن نہیں اور اسکی کوشش کرنا ایک فعل عبث ہے۔ وہ حضرات جو صحت الفاظ پر اصرار کرتے ہیں مجھے ان کی رائے سے اختلاف تھا اور ہے۔

ناگاہ ایک کتاب جو حال میں ترقی اردو بورڈ کی طرف سے شائع ہوئی ہے میری نظر سے گذری۔ کتاب کا نام "زبان اور قواعد" ہے۔ مصنف رشید حسن خاں۔ اس کتاب کو دیکھکر مصنف کی وسعت نظر، وسعت مطالعہ، صلاحیتِ استقرار کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب بہت محنت اور تلاش و جستجو کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے مصنف کی رائے سے اختلاف بھی ہے۔ میں اس حد تک آگے جانے کے لئے تیار نہیں تھا کہ اردوئے معلی جیسی شیریں، فصیح و بلیغ کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی زبان کو کوڑے کرکٹ کا مجموعہ بنا دیا جائے۔ اور چھلی والوں، خوانچہ والوں اور راہگیروں کو فصاحت کی سند تقسیم کردی جائے۔ اور ہر کس و ناکس کی زبان سے جو تلفظ ہم سن لیں اس کو فوراً لغت میں ٹانک لیں۔

اب تو عربی فارسی الفاظ سے وہ اجنبیت ختم ہوتی جارہی ہے۔ اسلامی ممالک سے

ہماری سرکار کے تعلقات خوشگوار ہو رہے ہیں۔ صناع اور انجینیر اور ٹکنکل ماہرین عربی فارسی بڑے شوق سے سیکھ رہے ہیں اور جوق در جوق روانہ ہو رہے ہیں اور خود حکومت بھی زر خطیر خرچ کر کے عربی فارسی سکھانے کا انتظام کر رہی ہے لیکن ہمیں آج بھی عربی لفظ کو عربی اور فارسی لفظ کو فارسی کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ فاضل مصنف بہت زیادہ احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔ صراح و قاموس سے فتوی لینا اگر جرم ہے تو ان کو اٹھا کر طاق نسیاں پر رکھ دیجیے۔ لیکن کیا سنسکرت اور ہندی کی ڈکشنریوں سے بھی چڑ ہے ؟ اگر مندرجہ ذیل الفاظ کی تحقیق مقصود ہو تو کہاں دیکھیں گے ؟ ان الفاظ کی اصل کیا ہے کس کس تلفظ میں بولے جاتے ہیں ؟ فصیح کونسا ہے اور غلط کونسا ؟

الگنی، چبک، چلیس، قصابہ، چپک، کرک قنچہ، قبوتر، پھتر، تلپنا، ارجانی کے۔

مولانا دریا آبادی کی ... خفگی سر آنکھوں پر۔ فرماتے ہیں "یہ ظلم آخر العد پر کب تک جاری رہے گا" (زبان اور قواعد صلہ)

لیکن باادب گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل جملوں میں :۔

وہ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

مخاطب کی ط مکسور ہے یا مفتوح ؟ منتظر کی ظ مکسور ہے یا مفتوح۔ صراح اور علم الصیغہ کی سند نہ لی جائے تو جواب کہاں سے حاصل کیا جائے گا ؟

لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اردو گرامر کی اساس ہی عربی گرامر ہے۔ تذکیر و تانیث اعراب، جمع، حالت ترکیب، املا، تلفظ، گرامر وغیرہ یہ اصطلاحات کہاں سے آئیں ؟

بہر حال ایسی کارروائیاں اصلاح و تہذیب کے دائرہ میں نہیں آتیں۔ بلکہ ... کی تائید کرتی ہیں۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ اختلاف رائے کا آپ کو اختیار ہے

میں نے سرسری طور پر کتاب کی ورق گردانی کی ہے اور جہاں اظہار خیال ضرور دیکھا بے تکلف لکھ دیا۔

عادی عادی | یہ لفظ دو مادوں سے آتا ہے ایک مادہ ع د و ہے۔ اس مادہ کے کچھ مشتقات اردو میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً عداوت، عدوان، عدو، تعدی، متعدی۔ عادی اس مادہ سے اسم فاعل ہے۔ آخر کی ی ساکن ہے اس کی جگہ واؤ تھا۔ تعلیل میں کو "ی" سے تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے کئی معنی ہیں، دوڑنے والا، ظالم، دشمن وغیرہ اس میں "ی" حروف اصلیہ میں داخل ہے۔

لیکن عادی جو خوگر کے معنی میں ہے اس کا مادہ ع و د ہے۔ اس میں نسبتی ہے۔ حروف اصلیہ میں سے نہیں ہے۔ پہلے والے عادی کی یا ساکن۔ اور اس دوسرے عادی کی یا مشدد ہے (اور عربی میں یائے نسبتی مشدد ہوتی اقرب الموارد میں ہے العادیّ نسبۃ الی العادۃ۔ سلیمان حییم نے عادی ا عادتی دونوں لفظ دیئے ہیں۔ اس مادہ کے بھی کچھ مشتقات اردو میں مستعمل ہیں مثلاً عود، عائد، عید، عادت، معاد، عیادت، معاودت، اعادہ۔ میں اس کا اسم فاعل عائد ہے اس میں ہمزہ کی جگہ واؤ تھا۔ تعلیل میں وا مبدل بہمزہ ہو گیا۔ باب افتعال میں جاکر اعتیاد بن گیا۔ اعتیاد کے معنی ہیں ک کام کو عادت بنالینا۔ (خوگر فتن) اس سے اسم فاعل اصل شکل میں معتوِد ہے معتقد اور اسم مفعول بر وزن معتبر تھا۔ تعلیل میں واؤ مکسور و مفتوح ا سے بدل گیا۔ اور دونوں یکساں بر وزن ممتاز ہو گئے۔ عبارت کے سیاق سباق سے معنی متعین ہوں گے۔ کسی فعل کو بطور عادت اختیار کرنے والا، فعل جس کو عادت بنالیا جائے۔ معتاد کے دونوں معنی ہیں۔ اور لفظ عادی جو عادت کی طرف منسوب ہے اس کے بھی دونوں معنی درست ہیں۔ یہ نہ بہت ...

خالص عربی لفظ ہے۔

جن حضرات نے لفظ عادی بمعنی خوگر کو ع د د سے مشتق سمجھا ان کو غلط فہمی ہوئی اور فضول بحث میں الجھ گئے۔ تعجب ہے کہ شوق نیموی جیسے متبحر عالم بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔

مشکور ص ۵۴

اس کے متبادل کئی لفظ موجود ہیں اور اردو میں رائج ہیں۔ مثلاً ممنون، متشکر، شاکر، احسان مند، شکر گزار۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے شاید اس وجہ سے غلط کہنے والوں پر لے دے فرمائی ہے کہ مولانا شبلی نعمانی نے استعمال کیا ہے۔ مگر وہ بھی انسان تھے۔ سہو ہو گیا۔ اور زبان کے باب میں مولانا آزاد پر بھی اعتماد کلی نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے ان کو تقریر میں لفظ مستقبل بفتح با بولتے ہوئے سنا ہے اور بار بار سنا ہے۔ اسی طرح ان کی زبان سے لفظ ملزم بفتح زا اور متوفی بالف مقصورہ بھی سنا ہے تعجب ہے کہ انھوں نے مشکور کو کیوں جائز رکھا؟ مولانا موصوف نے اپنی ایک خاص زبان ایجاد کی ہے۔ فصحائے محققین اس سے سند نہیں لیتے۔

قاموس اور صراح سے فتوی لینے پر ہمیں اصرار نہیں۔ لیکن اگر فصاحت کا معیار صرف یہ ہے کہ سامع کا ذہن لفظ کے مدلول و مقصد تک پہنچ جائے تو کیا فتوی دیں گے آپ اس وقت جب تانگے والا پکارے گا —

"آڈ نیسن کو" جاہل عورتیں ڈاکٹر کو ڈانگدر کہتی ہیں۔ مرزا غالب کے ہاں لمبر اور سکتر کے الفاظ ملتے ہیں۔ فصحا نے کیوں ترک کر دیئے؟ مشکور کی طرح ایک لفظ مطلوب بھی ہے۔ "میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر و عافیت بارگاہ خداوندی سے نیک مطلوب ہوں شاید اسکو بھی طالب کے معنی میں آپ جائز قرار دیں گے۔

مغضوب ص ۵۷

اس کا مادہ ہے غ ض ب۔ مجرد میں اس کے مصدر غَضَبٌ، غِضابٌ، مَغضَبٌ

وغیرہ ہیں۔ اس کے معنی ہیں دوسرے سے ناراض ہونا۔ اسکے کسی فعل سے خفا ہونا ملامت کرنا معتوب اس کا اسم مفعول ہے۔ یہ مادہ باب مفاعلہ میں جاکر معاتبہ بنا۔ عتاب باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں جو مجرد کے ہیں۔ یعنی معاتب اور معتوب دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور از روئے قواعد ولغت دونوں صحیح ہیں۔ البتہ میں مصدر تو مزید فیہ کا استعمال ہوتا ہے اور صیغۂ صفت یعنی اسم مفعول مجرد کا بولا جاتا ہے۔

مولانا حالی نے لفظ معتوب کی تحقیق نہیں کی۔ بس اسی پر اکتفا کیا کہ عتاب کا اسم مفعول معاتب ہے لہذا صحیح معاتب اور معتوب غلط۔ چونکہ مجرد کا کوئی مصدر اردو میں مستعمل نہیں اس لئے یہ غلط فہمی ہوئی ہوگی۔

معاف ص۵ | اس کا مادہ ہے ع ف و۔ اس سے اسم مفعول معفو (بہ تشدید واؤ) ہے۔ باب مفاعلہ میں جاکر معافاۃ ہوا۔ اس کا اسم فاعل معافی (بضم میم وکسرۂ فا و سکون یا) اور اسم مفعول معافی (بضم میم و در آخر الف مقصورہ) اہل فارس نے اسم مفعول کے الف مقصورہ کو ساقط کرکے معاف بنالیا۔ اور اس قسم کی تخفیف دیگر الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔ مثلاً مُداوا کہ اصل میں مُداواۃ تھا۔ صاف کہ اصل میں صافی ہے۔ معاف کے معنی ہیں مستثنیٰ، بخشیدہ، برطرف کیا ہوا۔ اہل فارس نے مصدر (معافاۃ) کو تو چھوڑ دیا۔ صیغۂ صفت پر یائے مصدری بڑھاکر مصدر (معافیت) بنالیا۔ ہم نے اپنے قاعدے سے یائے مصدری بڑھائی اور معافی بنایا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ معاف غلط اور معفو صحیح ہے۔ یہاں بھی مولانا حالی کو غلط فہمی ہوئی۔ دونوں از روئے قواعد صحیح ہیں۔

راشی ص۲۹ | رشوت ستاں، رشوت خور۔ عبادل الفاظ موجود ہیں۔ مرتشی اصل میں صحیح لفظ ہے۔ اس کو بولنا اور لکھنا شروع کر دیجیے۔ اگر اس کی اجنبیت دور ہو

تو دوسرے صاف ستھرے الفاظ موجود ہیں ۔ زبردستی فصاحت کی سند دیکر غلط العوام سے کھینچ کر غلط العام میں لانے کی کوشش نہ کیجیے ۔

ردّی ص۶۷ | عربی میں رَدٌّ بدال مشدد اور ردی بروزن جلیس دونوں لفظ موجود ہیں اور مترادف ہیں ۔ یعنی ناکارہ ، فاسد ، رجکٹ ۔ عربی لغت میں ہے شیٔ رَدٌّ ای ردی ۔ ہم نے صرف اتنا تصرف کیا ہے کہ رد کے آگے ایک حرف یا بڑھا کر ردی بنا لیا ۔ اگر اس کو یائے تانیث سمجھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں معنی میں بھی کوئی فرق نہیں ۔ دونوں صحیح لفظ ہیں ۔

ذہانت ص۶۹ | عربی میں یہ مادہ موجود ہے ۔ باب فتح اور باب کرم سے آتا ہے ۔ باب فتح کا مصدر ذھن بفتح اول اور باب کرم کا مصدر ذھانة بفتح اول ۔ اس کے معنی سمجھنا اور یاد رکھنا ۔ ذھن بالکسر اس ملکہ اور قوت کا اسم ہے ۔ اقرب میں ہے الذھن ، الفھم وحفظ القلب الخ ۔ لفظ بالکل عربی ہے ۔ عوام نے صرف اتنا تصرف کیا ہے کہ ذہانت بفتح اول کے بجائے بکسر اول بولتے ہیں ۔ البتہ ایک لفظ ہم نے ذہن سے ذہنیت خود بنایا ہے جس کے معنی انداز فکر کے ہیں ۔ ذھین ۔ صیغہ صفت مشبہ ہے اس لفظ سے دامن بچانے کا حکم کیوں دیا گیا ، میں نہیں سمجھ سکا ۔

بادشاہت ص۶۹ | اس کا متبادل لفظ بادشاہی اور سلطانی موجود ہے ۔ لہذا بادشاہت کی فصاحت پر اصرار کرنے کی ضرورت نہیں ۔

تعینات ص۷۰ | تعیین اور تمیز باب تفعیل کے مصدر ہیں ۔ ایک یا کی تخفیف غلط العام فصیح میں داخل ہے ۔ تعیُّن کی جمع تعیُّنات بنا کر اردو والے استعمال کرتے ہیں ۔ تعینات ایک لفظ مفرد کی حیثیت حاصل کر چکا ہے ۔ اس پر یائے مصدری بڑھا کر تعیناتی بنا لیتے ہیں ۔ اور کبھی اس یا کو یائے نسبتی قرار دیکر صفت کے معنی مراد لیتے ہیں یعنی وہ شخص جس کو ڈیوٹی پر لگایا جائے ۔ یہ معنی صاحب فرہنگ آصفیہ نے نہیں لکھے

حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ کا ترجمہ کیا ہے " اور لگادیئے ہم نے ان پر تعیناتی " جو لوگ تعینات کو بروزن خیرات بولتے ہیں ۔ (یا بولتی ہیں) ہم ان کو مغلی گوان کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔

انکساری ص۸۵ | انکساری، انتظاری، یہ دونوں لفظ غلط العام سے نکل کر غلط العوام میں آ چکے ہیں ۔ پس لائق ترک ہیں ۔ اسی طرح اندازاً، نمونتاً بھی غلط ہیں ۔ اندازے سے اور نمونہ کے طور پر کہنا چاہیے ۔ یہ دونوں فارسی لفظ ہیں ۔ کسی نے مذاق کے طور پر عربی کی تنوین لگادی ۔ غلط الفاظ کو فصاحت کی سند دیکر لغت میں درج کرنے سے زبان کا معیار بلند نہیں ہو سکتا ۔

خرچ ص۹۵ | دراصل عربی میں خرج بفتح اول و سکون ثانی، جیم سے ہے ۔ اسکے معنی وہی ہیں ۔ اس کا ضد دخل بمعنی آمدنی مصدر اس کا خروج ہے ۔ بمعنی نکلنا اس کی جمع اَخراج بفتح اول ۔ باب افعال میں جاکر متعدی بنتا ہے ۔ اخراج بالکسر معنی نکالنا، ظاہر کرنا اور خراج ادا کرنا ۔ اگر لفظ اخراجات کو بکسر اول پڑھا جائے تو اس مصدر متعدی کی جمع اور اگر بفتح اول پڑھا جائے تو خرج کی جمع الجمع قرار پائے گا ۔

مادہ مجرد میں مصدر لازم (خروج) سے خرّاج صیغہ مبالغہ ہے ۔ اس کے معنی ہیں کثیر الخروج ۔ اردو والوں نے یہ تصرف کیا کہ خرج کے جیم کو "چ" سے تبدیل کردیا ۔ ایسے الفاظ جن میں ہم نے لفظی تبدیلی کی ہے ۔ معنی تبدیل نہیں کیے وہ مؤرد غیر تام ہیں (دیکھو اردو مصدر نامہ ص۲۶)

یہاں تک تو کوئی مضائقہ نہ تھا ۔ مگر مؤرد کرنے کے بعد عربی کے قاعدے سے خوش طبعی کے طور پر صیغہ مبالغہ (خراچ) بنایا ۔ ایسے الفاظ سنجیدگی کی حالت میں نہیں بولے جاتے ۔ اس کا متبادل لفظ خرچیلا موجود ہے ۔

اور بھی ایسے مضحکہ انگیز الفاظ اور ترکیبیں ہیں جو یا تو کم علم منشیوں اور

عرائض نویسوں یا دیہاتی معلموں نے ناواقفیت کی بناء پر یا تعلیم یافتہ لوگوں نے مذاق کے طور پر ایجاد کرلیں۔ ان کو فصاحت سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ مثلاً وقع الجبر مجرب، ملبب، مزیب، مزلف، دام نوازشکم، مدمغ، عندالدرخواست، حسب الخواہش، مترش، مناد، چلیدن وغیرہ۔ مذاق اور دل لگی کے طور پر ہم خود ایسی ترکیبیں وقتی طور پر گھڑ لیتے ہیں۔ مثلاً۔ قریب الآ۔ قریب الجا۔ قریب البیٹھ، کھانا کھائیدہ خواہم لیٹید، فارسی راٹانگ می توڑم تاکہ ؛ ولنگڑی شود۔

عربی ادب کی ایک مشہور کتاب نفحۃ الیمن کے اندر ایک طویل نظم ہے نمونہ کے طور پر تین شعر نقل کرتا ہوں :۔

لی شادن اضنی الحشا بالسحر من چشمانہ
اصمی الفؤاد وصادنی بالتیر من مژگانہ
تلکے اقاسی ھجرہ فریاد من ھجرانہ

کل ۴۲ شعر ہیں اور ہر شعر میں تین چار لفظ فارسی کے ہیں۔ ایسی گنگا جمنی ترکیبوں کی مثالیں خسرو، انشا اور دیگر شعرا کے کلام میں بھی ہیں۔ یہ مجلسی خوش وقتیوں کے طور پر تصنیف کی گئی ہیں۔ کیا یہ دل لگی اردو ئے معلی کا قابل قدر سرمایہ کہلانے کے لائق ہے ؟

اعراف ص۹۹ | یہ لفظ بفتح اول ہے اور بفتح اول ہی بولا جاتا ہے۔ اقرب الموارد، المنجد اور لغات حدیث میں بھی بفتح اول ہے۔ اعراف اسلامی روایات کی رو سے وہ مقام ہے جہاں ایسے لوگوں کو رکھا جائے گا جو نہ جنت کے مستحق ہوں گے نہ دوزخ کے مصرع ہے۔ از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است ۔ وہ علاقہ جہاں لوگوں کو رکھا جائے گا۔ کتنا وسیع ہوگا؟ معلوم نہیں۔

اقرب الموارد، المنجد دونوں کے مصنف اگرچہ عیسائی ہیں۔ لیکن بالفتح ہی

لکھے ہیں ترجمہ کرتے ہیں سور بین الجنۃ والنار۔ سلیمان حییم یہودی ہے۔ اس نے اعراف کو بالکسر لکھا ہے اور معنی بھی غلط کیے ہیں۔ لکھتا ہے۔ جنت اور دوزخ کے بیچ کی دیوار (۲) کلیسائے روم، وہ مقام جہاں روحیں گناہ صغیرہ سے پاک کی جاتی ہیں۔ (۳) عارضی تکلیفوں کا مقام، مقام کفارہ (۴) پاک کرنے والا، مطہر۔ واضح ہو کہ سُور کے صحیح معنی چار دیواری، فصیل شہر، احاطہ یا باؤنڈری کے ہیں۔ اس کے بعد مزید معانی اپنی روایات کے مطابق لکھے ہیں۔ بہرحال قرآنی اصطلاحات کے بارے میں یہ لغات قابل استناد نہیں۔

الاعراف قرآن کی ایک سورۃ کا بھی نام ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ علم ہے اور علم کی حرکات و تلفظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ اگر آپ کا لہجہ کسرہ کا متقاضی ہے تو اعمال، اعداد، اعصاب، اعضا میں آپ کا لہجہ کیا ہوگا؟

ارنی صلا | ایسے مفرد الفاظ جو قرآن میں بھی آئے ہیں ہم اپنی عام بول چال میں بتصرف بھی استعمال کرتے ہیں اور فصیح قرار دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک لفظ میت کو ہی لیجیے بفتح الیاء، عام بول چال میں فصاحت کی سند حاصل کر چکا ہے۔ لیکن اگر ہم قرآن کی آیت کو شعر میں لائیں تو میت کا عرف قدرت مشیئت کے ساتھ قافیہ باندھنا قطعاً غلط ہوگا۔ جیسے

ہے موت نبی کو بھی بقانونِ مشیئت + قرآن میں ارشاد ہوا اِنَّکَ مَیِّت

قرآن کا اطلاق ہر ایک جملے اور ہر ایک آیت پر ہوتا ہے۔ مرکب تام کو جملہ اور کلام کہتے ہیں۔ جملوں کا مرتب مجموعہ عبارت کہلاتا ہے۔ جس کو اصطلاحاً نظم قرآن کہتے ہیں قرآن کے کسی جملے میں تصرف و تبدیلی کرنا تحریف ہے اور تحریف ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ ایک مکمل جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔ یہ ایک جملہ بھی قرآن اور خدا کا کلام ہے۔ اسی طرح اَرِنِی ایک مکمل جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔ اس پر بھی قرآن اور کلام کا اطلاق کیا؟ غرضکہ نظم قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں۔ جن لوگوں نے اس کو مفرد

قرار دیا اور بسکون را لکھا ہے ان کا یہ تصرف ناجائز اور ناقابل استناد ہے۔ خواہ وہ کوئی ادیب ہوں یا شاعر یا امام و مجتہد۔

نشتر، نقاب صفحہ ۱۱۰ | دونوں لفظ بالکسر بھی بولے جاتے ہیں اور بالفتح بھی۔ اور جب دونوں طرح بولے جاتے ہیں تو بالکسر فصیح اور بالفتح غیر فصیح۔

درود، رعونت، عصمت جمہور صفحہ ۱۱۹ | ان لفظوں کا فتحہ اول عوام کے حوالہ کیا جا چکا ہے۔ اب صحیح بولے جاتے ہیں۔

خلجان صفحہ ۱۲۸ | اس لفظ کو عوام نہیں بولتے۔ پڑھے لکھے اور شائستہ طبقے میں بولا جاتا ہے اور صرف بفتحتین بولا جاتا ہے اگر کوئی بسکون ثانی کہے تو غلط اور قابل رد۔

خفگی صفحہ ۱۲۸ | داغ نے خفگی اور خفقان کو بفتحتین باندھا ہے۔ ان کے مقابلے میں حالی لائق سند نہیں ہیں۔ ادب و شعر میں بسکون ثانی کی گنجائش نہیں۔ مرزا غالب نے بھی خفقانی بفتحتین باندھا ہے۔

قرآن صفحہ ۱۳۲ | معرفہ کی اقسام میں قوی تر قسم عَلَم ہے۔ یعنی اشخاص و مقامات یا خاص اشیا کے نام۔ علم میں تصرف نہایت ناگوار اور معیوب ہے۔

ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ بہت دولت مند، شائستہ، تعلیم یافتہ ایک بہت بڑی تجارتی فرم کے مالک ہیں۔ نام گھیس محمد ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کا نام غوث محمد ہونا چاہیئے۔ فرمایا "نہیں! یہی نام میرے ماں باپ نے رکھا ہے۔ اور اب بدلا نہیں جا سکتا۔ رجسٹر پیدائش سے لیکر اب تک تمام سرکاری کاغذات اور دستاویزوں میں یہی درج ہے۔ پھر یہ کہ ماں باپ کا رکھا ہوا نام میں بدلنا بھی نہیں چاہتا۔

اگر کسی کا نام گھسیٹا، یا کھچیڑو ہے تو کیا کسی کو حق ہے کہ اس کو گھسیٹ یا کھچیڑ کہہ کر پکارے؟ اگر کوئی دیہاتی حفیظ کو ہیچ یا رشید کو رسید۔ یا لکھنؤ کو لکھنؤ۔ یا صاحب آباد کو سہیبا باد کہے تو کیا اس کو فصاحت کی سند سے نوازا جائیگا۔؟

جب بھونڈے سے بھونڈے نام میں تصرف کرنے کا کسی کو حق نہیں تو اللہ رب العزۃ کے رکھے ہوئے مقدس و مبارک نام میں تصرف کرنے کا حق کیونکر حاصل ہو گیا؟ اللہ نے اپنی مقدس کتاب کا نام قرآن بر وزن فرقان رکھا ہے۔ جن لوگوں نے بضرورت شعری اس میں تصرف کیا ہے ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو شعر کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ غرضکہ یہ تصرف مکروہ اور قابل رد ہے خواہ کسی بڑے سے بڑے استاد نے کیا ہو۔

فہمائش، پیدائش، زیبائش، رہائش ص۱۳۵ | فارسی میں مصدر جعلی ہے فہمیدن اس کا متعدی فہمانیدن اس مصدر متعدی سے اردو والوں نے حاصل مصدر فہمائش خلاف قیاس بنا لیا ہے۔ پیدائش فارسی میں مستعمل ہے اسم جامد سے بنایا ہے۔ زیبائش اردو کا تصرف ہے۔ فارسی میں زیبائی ہے۔ الفاظ مذکورہ کی فصاحت قابل تسلیم ہے۔ لیکن رہائش کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا۔ یہیں دہلی میں گھوسی وغیرہ رہاست اور بساست بولتے ہیں ان کو بھی فصیح تسلیم کرنا پڑے گا۔ لفظ گرمائش کے بارے میں عرض ہے کہ کیا لسانیات اور ادب و لغت کوئی انڈسٹری ہے کہ صناعوں اور کارخانہ داروں کو ایجاد و اختراع کا حق دیدیا جائے؟ پھر تو ادبا اور ماہرین لسانیات کو اس دیس سے کوچ کر جانا چاہیے۔ شعر

وہم بیچارگی ہے ننگ حیات جیتنی ہے ابھی تو جنگ حیات

مسرت، محبت، عنقا ص۱۴۱ | مسرت کو شمالی ہند والے بالضم نہیں بولتے۔ پنجاب کی نصابی کتابوں میں جہاں کہیں یہ لفظ آتا تھا اس پر قصداً ایڑی یا بندی کے ساتھ موٹا سا پیش لگایا جاتا تھا۔ اور اب تو شایستہ طبقے میں عنقا اور محبت کو بھی بالفتح ہی بولا جاتا ہے۔

مُہوِّس ص۱۴۲ | یہ مادہ عربی میں موجود ہے، ہَوَس بر وزن غور، معنی کو لٹنا، کچلنا، بروندنا بہت زیادہ کھانا۔ مُہوِّس باب تفعیل سے اسم فاعل ہے کیمیگری

میں مختلف چیزیں کوٹ کر، پیس کر، گھول کر ملائی جاتی ہیں۔ اسی مناسبت سے کیمیاگر کو ہوس کہا گیا۔ یہ خالص عربی لفظ ہے۔ معرّب یا مؤرّد نہیں ہے۔

لفظ ہُوَس بروزن طلب بھی عربی میں موجود ہے۔ اس کے معنی ہیں کھانے کا ہوکا یعنی حرص شدید۔ اور مالیخولیا یا شک (لسان العرب) فارسی اور اردو اہل لغت نے اس کے ترجمے میں کچھ غلطیاں کی ہیں۔

دمشق ص۱۴۶ | یہ لفظ تمام لغات میں بھی اور معجم البلدان میں بھی بکسر اول ہے۔ میم مکسور اور مفتوح دونوں طرح مستعمل ہے۔ بوستان سعدی کا شعر ہے۔

چناں قحط سالے شد اندر دمشق — کہ یاراں فراموش کردند عشق

یہ ملک شام کا مشہور شہر ہے اور چونکہ علم ہے اس لئے ہمیں یا اور کسی کو اس میں تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں۔

دجلہ ص۲۰۸ | تمام عربی و انگریزی نقشوں میں اور معجم البلدان میں بھی بالکسر ہے۔

جدہ ص۲۰۲ | بندرگاہ عرب جدہ بکسر اول صحیح ہے۔ مستند نقشوں میں اور منتخب اللغات وغیرہ میں اسی طرح ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی منتخب میں بالضم کے کچھ اور معنی لکھے ہیں۔ البتہ معجم البلدان میں بالضم بھی لکھا ہے۔ ممکن ہے چھٹی صدی ہجری میں اسکا یہ تلفظ بھی ہو (یہ شہاب الدین المتوفی ۶۲۶ھ کی تصنیف ہے)

اور آجکل عربوں سے بکسر اول سننے میں آتا ہے۔ بہرحال یہ عَلَم ہے۔ جس طرح اب وہاں کے باشندے بولتے ہیں اسی طرح صحیح و فصیح ہے۔

خسرو ص۱۴۶ | یہ لفظ تمام عربی و فارسی لغات میں بضم اول و فتح را ہے۔ بضم را پڑھے لکھے لوگ نہیں بولتے۔ البتہ کھسرو کہنے والے بولتے ہیں۔ ان کو سند فصاحت دیدیجیے اور غیر ملکی جو اردو سیکھنے آئیں تو ان کو یہی تلفظ سکھلائیے۔ سلیمان ندوی نے بھی بضم اول و فتح را لکھا ہے۔ کسریٰ اسی کا معرب ہے۔ یہ دلیل نا قابل توجہ ہے کہ

کسریٰ بالکسر ہے اس لئے خسر و بھی بالکسر ہونا چاہئے۔ بہرحال یہ بھی علم کے دائرہ میں ہے۔

کنیت ص۱۴۶ | بضم اول و بکسر اول، قدرت اور فطرت کے وزن پر دونوں صحیح ہیں۔ کیا ہلکا پھلکا تلفظ ہے۔ خواہ مخواہ مشدد کر کے ثقیل بنانے کی ضرورت؟ ایک خاص طبقے کا لفظ ہے۔ اصلاح کچھ مشکل نہیں۔

فضا ص۱۵۲ | فارسی میں ایک مصدر ہے فزائیدن بفتح اول۔ اس کا فعل امر فزا ہے جو کسی اسم کے ساتھ ترکیب پاکر اسم فاعل سماعی بن جاتا ہے۔ مثلاً جان فزا۔ اردو میں اس کا فتحہ اول کسرہ سے تبدیل ہو چکا ہے اور عام طور پر بکسر فا بولتے ہیں اور یہی فصیح ہے۔ عربی میں فضاء بر وزن کمال بفتح اول ہے اس کے معنی ہیں وسیع و فراخ میدان "ض" اور "ز" کا تلفظ اردو میں یکساں ہے۔ اس لئے دونوں میں زیر زبر کا فرق اچھا اور مفید ہے تاکہ سننے والا امتیاز کر سکے اور شاید اسی مصلحت سے اردو کے داناؤں نے فارسی لفظ میں تصرف کیا ہوگا۔ نادانوں نے دونوں کو یکساں سمجھا۔ بہرحال فَضاء بفتح اول ہی صحیح اور فصیح ہے۔

دن بدن، گھر بہ گھر ص۱۵۳ | اسی قبیل کا ایک مرکب برسہا برس ہے۔ یہ سب قابل ترک اور غیر فصیح ہیں۔ ان کے متبادل روز بروز اور ہر ایک گھر بولنا چاہیے۔ اور اردو میں برسا برس کے معنی ہیں برس کے برس، ہر سال عوام نے سالہا سال کا ترجمہ برسہا برس کیا ہے جو نہایت بھونڈا اور واجب الترک ہے۔ اپنی سالہا سال کی محنت و عرق ریزی اور دیدہ ریزی کو عوام کی بدذوقی پر قربان نہ کیجیے۔

یگانگت، یکسانیت ص۱۵۴ | یہ الفاظ کسی بڑے سے بڑے استاد نے استعمال کیے ہوں ظاہر ہے کہ یگانگی اور یکسانی کے مقابلے میں ثقیل ہیں تعجب ہے کہ بیگانگی پر ہاتھ صاف نہیں کیا اس کو بیگانگت نہیں بنایا۔

کسی اجنبی لفظ یا ترکیب کی فصاحت کا فیصلہ کرنے کے لئے صرف ذوقِ سلیم ہی کو حکم بنایا جا سکتا ہے قیاس کو حکم بنایا جائے تو بہت سے مکروہ الفاظ اور گھناؤنے محاورے بزعم فصاحت کے مسند نشین بن جائیں گے۔

ایک روز میں ایک دکاندار سے کچھ سودا خرید رہا تھا۔ ایک شخص جو کچھ دیر پہلے اپنی فہرست دے گیا تھا آیا اور پوچھا کہو بھئی میرا سامان باندھ دیا؟ دکاندار نے اس کا پرچہ نکالا اور کہا تمھارا سب سامان تیار رکھا ہے جانچ لو۔ اس نے کہا کتنے کا ہوا؟ جلدی ٹوٹل مارو۔ میں نے دکاندار سے کہا میاں ٹوٹل مارو کہاں کی زبان ہے؟ وہ گاہک میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہنے لگا واصف صاحب یہ ہماری کباڑیوں کی زبان ہے۔

اردو میں جھپٹا مارنا، لات مارنا۔ ٹھوکر مارنا وغیرہ محاورے ہیں اور صحیح ہیں۔ لیکن پنجاب کے اثر سے اس قیاس پر بہت سے غلط اور بھونڈے محاورے ایجاد ہو گئے جو قابل ترک ہیں مثلاً ڈینگ مارنا، گپ مارنا، دھاوا مارنا، بریک مارنا۔ نعرے مارنا ان کی صحیح صورت یہ ہے۔ ڈینگ ہانکنا، گپ ہانکنا یا گپیں لڑانا، دھاوا کرنا، بریک باندھنا یا لگانا، نعرے لگانا، دلی کے بعض محلوں میں یہ آواز بھی سنائی دیتی ہے سجا دو، شربوا مار کے۔ یہ روح پرور ذائقہ نواز محاورہ بھی لغت میں آنا چاہیے۔

تقسیم ہند کے نتیجے میں جب پناہ گزینوں کا سیلاب آیا تو پناہ گزین کا لفظ مشہور ہوا ہر شخص گزین کے لفظ کو بفتح اول بولتا تھا۔ راقم الحروف نے جب کبھی سنا فوراً ٹوکا اور غلطی سے آگاہ کیا۔

افسوس ہے شہر کے وہ بزرگ اور باثر لوگ نہیں رہے جو اپنی زبان اور لہجہ کا جنون کی حد تک خیال رکھتے تھے۔ مولوی عنایت اللہ خاں دہلوی صرف فرزند سے دلی والوں اس بات پر ناراض ہو کر ان کی زبان سے صاف چاہتا ہوں کے بجائے معافی مانگتا ہوں نکل گیا تھا۔

کچھ عرصہ کی بات ہے راقم الحروف کراچی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک ہندو نوجوان

دوسرے ہندو نوجوان سے کہہ رہا تھا "معافی چاہتا ہوں، رات کو حاضر نہیں ہو سکا" میں نے اپنے رفیق سے کہا "دلی کی زبان ابھی کچھ پرانے وضعدار خاندانوں میں باقی ہے"

سنسنی خیز ص۱۵۴ | سنسنی خیز، اتھل پتھل، پوچھتا چھ، پارلیمنٹ کے ہو رہے اجلاس میں، آج شام کو پانچ بجے ایک شاندار جلسہ ہونے جا رہا ہے، وغیرہ اس قسم کے الفاظ و محاورات اخبارات کے تراشے ہوئے ہیں۔ ان کو اخبارات کے صفحات تک محدود رہنا چاہیے۔ ادب و شعر اور عام شائستہ محفلوں سے ان کو دور رکھنا بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر قیاس کو حکم بنایا جائے تو ہمارا ادب فاسد ہو جائے گا۔ پھولدار، تھانیدار، چھنے والا، جھنڈے والا ان وغیرہ ایسے مرکبات ہیں جن سے مفر نہیں۔ اگر یوں کہا جائے کہ گھر کا سودا میں نہیں لاتا، عورتیں خود ہی پھیری والا ان سے خرید تی رہتی ہیں۔ قیاس کا فیصلہ ہوگا کہ یہ نو ایجاد محاورہ بالکل صحیح ہے۔

آپ نے مدتوں لائبریریوں کی خاک چھان کر، ہزاروں کتابوں کی ورق گردانی کرکے اور فاضل اساتذہ کے آگے زانوئے ادب تہ کرکے جو لسانیات کا عرفان اور ادبی ذوق پیدا کیا ہے کیا وہ اس کی اجازت دیگا؟

املا ص۱۸۱ | املا کو میں ہمیشہ مذکر ہی بولتا ہوں۔ مگر افسوس! ہمارے بچوں کو پرائمری میں املا لکھوائی جاتی ہے۔ اس کی تانیث طبیعت پر ایسی ہی گراں گزرتی ہے جیسی ایجاد کی تذکیر۔ بہرحال سنتا ہوں تو ٹوکتا ہوں۔

اسفندیار ص۱۹۶ | اسفندیار، اصفہان، دونوں علم ہیں یہ انھیں الفاظ میں سے ہیں جنکی ابتدا بحرف ساکن ہوتی ہے۔ الف مکسور اسی وجہ سے بڑھایا گیا ہے۔ اس کی تفصیل لفظ برہنہ کے تحت لکھی ہے۔ ان لفظوں کو عام لوگ نہیں جانتے۔ صرف ایک مخصوص تعلیم یافتہ طبقہ جو فارسی ادب سے مناسبت رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے اور وہ لوگ بالکسر ہی بولتے ہیں۔ اگر کسی مکتب کے استاد نے بالفتح پڑھا دیا تو جاہل استاد نہیں

میں نے ایک مدرس صاحب کو گلستان سعدیؒ پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ وہ شاگرد کو ہماں اور ہما بضمۂ اول پڑھا رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ہماں "ہم آن" کا مرکب اور ہما "ہمیں را" کا مرکب مخفف ہے۔ بالضم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں۔ فرمایا ہم نے اپنے استاد سے اسی طرح پڑھا ہے۔ اسفندیار اور اصفہان بالکسر ہی صحیح ہیں اور اسی طرح بولے جاتے ہیں۔

برہمنہ ص ۱۹۸ | اہل دہلی بفتح اول بولتے ہیں۔ قدیم فارسی میں بفتح اول ہی ہے۔ اور سلیمان حییم نے جدید تلفظ بَ رَ ہْ نَ ہْ بروزن کتابی لکھا ہے۔ لفظ برہمن پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سنسکرت کا لفظ ہے۔ سنسکرت اور انگریزی میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کی ابتدا حرف ساکن سے ہوتی ہے۔ جیسے اسکول اسٹیشن پرائیویٹ برہمن، پریم، پران، پیار، پیاس، پریس، وغیرہ۔ عربوں نے کہا ابتدا بسکون محال ہے۔ یہی حال اہل فارس اور اہل ہند کا ہے۔ سنسکرت کا دور ختم ہوا۔ ایرین نسل کا لب و لہجہ ہندوستان کی آب و ہوا کے اثر سے بدل گیا۔ اور ایسے الفاظ کا تلفظ دشوار ہو گیا۔ دہلی اور یو پی والوں نے اسکول اور اسٹیشن کے سین کو ساکن رکھنے کے لئے الف بڑھایا اور باقی الفاظ میں حرف اول کو متحرک کر دیا۔ اس میں مختلف لہجے ہیں۔ کہیں زبر دیا گیا، کہیں زیر دیا گیا کہیں پیش دیا گیا۔ پنجاب والوں نے اسکول اور اسٹیشن کے سین کو بھی متحرک کر دیا۔

پریشان ص ۲۰۰ | بہار عجم میں بکسر تین لکھا ہے وہ تو غلط ہے اس کے علاوہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ فارسی کے کونسے لغت میں بالکسر ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے۔ پری۔ سان پہیلی سے پری اور سان کے معنی مثل و مانند۔ مطلب ہوا پری جیسا غائب و غیر حاضر۔ مراد حواس باختہ۔ پھر ایران کے عربی دانوں نے سین کو شین سے بدل دیا شان عربی لفظ ہے بمعنی حال و کیفیت۔ معنی وہی رہے۔

بجزو ص۲۰۱ | جیم موقوف ہے اور موقوف تقطیع میں متحرک ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ فارسی میں بفتح اول ہے۔ دلی والے بکسر اول بولتے ہیں۔

تلمیذ ص۲۰۲ | یہ لفظ اونچے تعلیم یافتہ طبقے میں ہے اور بالکسر ہی بولا جاتا ہے۔ اگر کوئی اس کو باب تفعیل کا مصدر تصور کر کے بالفتح بولے تو نا قابل اعتبار اور قابل تنبیہ ہے امداد علی بحر کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے (دیکھو زبان اور قواعد ص۲۶)

جرح۔ جبارت ص۲۰۳ | ان لفظوں کو بکسر اول کوئی نہیں بولتا۔ اور اگر کوئی بولے تو اس کو آگاہ کیا جائے۔ اسی طرح جم اور حلقوم مخصوص طبقے کے الفاظ ہیں۔ اصلاح کچھ مشکل نہیں۔

خانقاہ ص۲۰۵ | خان گاہ کا معرب ہے۔ نون موقوف کے ساتھ صحیح ہے۔ اور بیگمات دلی تو اکثر اصل لفظ خان گاہ ہی بولتی ہیں۔

خدمات ص۲۰۶ | خدمت کی جمع ہے۔ خدمت بکسر اول بروزن نظرت اور بفتح اول بروزن حضرت دونوں طرح ہے۔ معنی اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے ہوئے کسی بڑے کا کام کرنا بکسر اول و فتح دوم نہیں ہے۔ صاحب نور اللغات نے غالباً غیاث اللغات سے دیکھ کر لکھا ہوگا۔ وہ غلط ہے۔ مہند یا مؤرد ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واحد اور جمع دونوں خالص عربی لفظ ہیں۔

خدیجہ ص۲۰۶ | ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ یہ علم ہے اور بروزن عقیدہ صحیح ہے۔ جو لوگ اپنی لڑکیوں کا یہ نام رکھتے ہیں وہ کوئی نیا نہیں ہوتا تبرکاً و تیمناً ام المؤمنین کے نام پر نام رکھتے ہیں۔ جیسے پیغمبروں کے نام پر نام رکھے جاتے ہیں۔ نام رکھنے سے پہلے اس کا صحیح تلفظ معلوم کرنا اور بتانا چاہیے۔ بعض ناواقف لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرضعہ ثویبہ (بروزن زبیدہ) کو ثوبیہ (بوزن نوبیہ) لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ یعنی وزن بھی بدل دیتے ہیں اور عرب میں تقدیم و تاخیر بھی کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے تصرفات قابل تنبیہ ہیں۔

(باقی آئندہ)